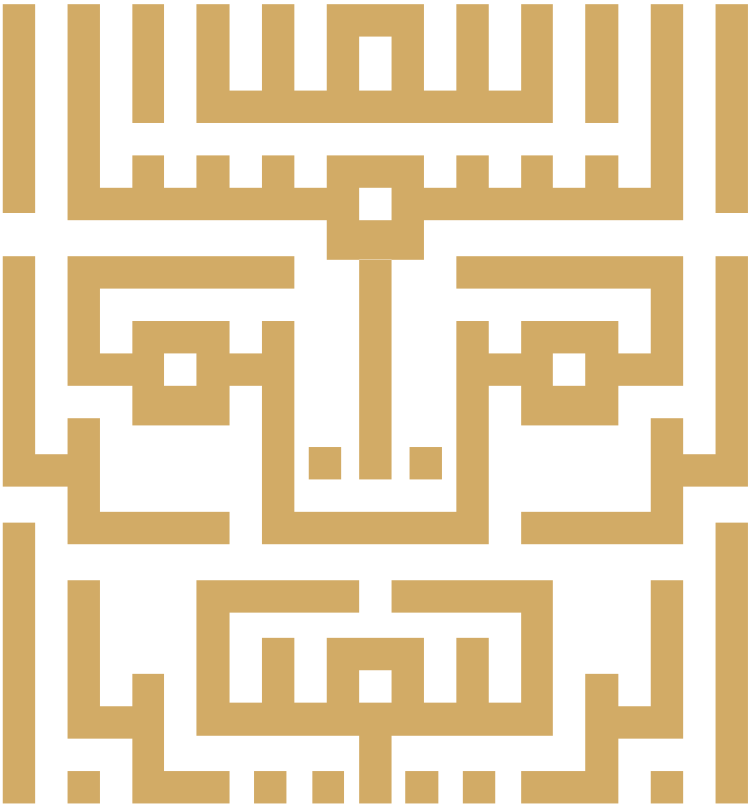
کہا تھا نا

موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۴۰۶



عالمی آن لائن مشاعرہ
موجِ غزل



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

کہا تھا نا!

موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۲۰۶

مرتّبہ:
نوید ظفر کیانی

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام
https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com



موجِ غزل عالمی مشاعرہ نمبر ۴۰۶



فہرست

خاورؔ چشتی

ڈاکٹر منظورؔ احمد

ڈاکٹر حامدؔ حسین سسوا

راجہ محمد شہبازؔ

سفر ندیم زہری انجمؔ

شاہین فصیحؔ ربّانی

صداؔ کشمیری





اعجاز ابطحی

کہا تھا نا!

کہا تھا ناں!

خسارے میں ہو تم انساں

قلم بیچا

شعور و فکر گروی رکھ کے من بیچا

کیا الفاظ کا سودا،

وطن بیچا

کہ تاج و تخت کے بدلے کفن بیچا

کہا تھا ناں!

زمیں پر خون ریزی کا

ہوئے قابیل جیسے ہو

وہی ہے راہ و رسمِ التفات اب کہ

جو تھی یوسفؑ کے بھائیوں کی

بھلایا تم نے اس کو بھی

جو رحمتؐ بن کے آیا تھا

وہ جس در پر

رکا کرتا تھا الفت میں

بھلا ڈالی وہ عظمت اور

جلا ڈالا اسی در کو

کہا تھا ناں!

بھلا بیٹھے "لَفِی خُسرٍ"!!

زمیں لرزہ بر اندامِ حوادث ہے

کہ شِشماہے کو پیاسا مار ڈالا اور

مسافر نینوا سے شام تک مادر رہی اس کی

سرِ معصومؑ نیزے پر تھا ساتھ اس کے

ہر اک منظر

وہ چہرے جا رہا تھا اس کی آنکھوں کو

کہ پتھر سہہ رہا تھا وہ سرِ معصوم نیزے پر

کہا تھا ناں!

ہو گھاٹے میں

نہ سن پائے صدا "ہَل مِن" کی کربل میں

صدائے "اَلعَطَش" کیا تم سمجھ پائے؟

نہیں سنتے ہو تم غزہ کے ان معصوم بچوں کی

وہ آوازیں کہ روتا اور بلکتا ہے فلک سن کر

سنو گے صورِ اسرافیلؑ تم کیسے؟؟

کہا تھا ناں!

بھلا بیٹھے

کہ کچھ بھی تم نہ تھے جس دن

بھلا بیٹھے

نوا ہائے سروش اب تم

ہوئی گم راہ فطرت کی

ہوئے خانہ بدوش اب تم

وہ نغمہ گنگنا بیٹھے

کہ ہے یہ دل عزاؤں میں



امدادؔ سہتو

فضائیں بھی معطّر ہیں، کہا تھا نا!
تری آنکھیں سمندر ہیں، کہا تھا نا!

عجب سی ساحری رکھتی ہو تم جاناں!
کئے مجھ پر جو منتر ہیں، کہا تھا نا!

بنی پھرتی ہو جوگن جنگلوں میں اب
کئی رستے میں اژگر ہیں، کہا تھا نا!

جگر میں عشق کی آتش جلی جب سے
ادائیں تب سے کافر ہیں، کہا تھا نا!

لبوں پر تشنگی لے کر نہ نکلا کر
سبھی بس لوگ بنجر ہیں، کہا تھا نا!

خیال و خواب تیرے پاس جو لائے
سمے وہ سارے دلبر ہیں، کہا تھا نا!

اُتر جاتی ہیں ندیا کے کناروں پر
مری شامیں یہ احمر ہیں، کہا تھا نا!

تری امداد! کیا تعریف کی مل کر؟
بنے سب یار شاعر ہیں، کہا تھا نا!



ایاز محمود جازی

سمندر پار نہ جاؤ کہا تھا نا!
اے میرے یار نہ جاؤ کہا تھا نا!

ابھی اک عمر باقی ہے کمانے کو
فقط دن چار نہ جاؤ کہا تھا نا!

دیار یار سے اچھی جگہ کیا ہے
یہ تم بے کار نہ جاؤ کہا تھا نا!

یہ پیسہ عیش و عشرت زندگی کا کچھ
نہیں معیار نہ جاؤ کہا تھا نا!

سنو پردیس میں جا نزی ازیت ہے
اے برخوردار نہ جاؤ کہا تھا نا!



ایم یاسین آرزو

محبّت چونچلے ہیں سب جوانی کے، کہا تھا نا
بُرے انجام ہیں چاہت کہانی کے، کہا تھا نا

یہ کیسا رونا دھونا ہے، لبوں پر ہے فغاں کیسی
مزے دو چار دن ہیں زندگانی کے، کہا تھا نا

تصوّف معرفت صوفی کی پہچان و وراثت ہے
پڑو چکّر میں مت تم آگ پانی کے، کہا تھا نا



تعظیم احمد

محمدی کھیری یوپی

تم سے مل کر خوشی، کہا تھا نا!
میری تھی دل لگی، کہا تھا نا

جب ملے تھے تبھی، کہا تھا نا!
پھر ملیں گے کبھی، کہا تھا نا!

حال اچھا نہیں ترا ساجن
کہہ رہی خامشی، کہا تھا نا!

تیرا چہرہ اداس لگتا ہے
دِکھ رہی بے کلی، کہا تھا نا!

بات لگتی عجیب ہے لیکن
کمرے میں روشنی، کہا تھا نا!

غم خوشی ساتھ رہتے دنیا میں
ہے یہی زندگی، کہا تھا نا!

جلد اس کا تو اہتمام کرے
کھل گئی ہے کلی، کہا تھا نا!

آخرش چال کھل گئی تجھ پر
دوستوں نے چلی، کہا تھا نا!

دھیرے دھیرے کمائی کر کے ہی
بن گیا آدمی، کہا تھا نا!

بھوک تجھ کو بھی لگ رہی تھی جہاں
لگ رہی تشنگی، کہا تھا نا!

وقت پر پورا کام کیسے ہو
کرتے ہیں کاہلی، کہا تھا نا!

ہم محبت تمہیں سے کرتے ہیں
پھیلی تھی چاندنی، کہا تھا نا!

حد سے بڑھ کر کبھی نہیں اچھی
دوستی دشمنی، کہا تھا نا!

آخرش ہونا تھا جو ہو کے رہا
چھوڑ دے مے کشی، کہا تھا نا!

بیٹے کی موت زندگی بھر کا
رنج ہے دائمی، کہا تھا نا!

ناگہانی مصیبتیں طاری
آنکھیں تھیں ملتجی، کہا تھا نا!

پیٹھ پیچھے برائی کرتے ہیں
سامنے عاجزی، کہا تھا نا!

کام کچھ کرتا نہیں ظالم
باتوں میں چاشنی، کہا تھا نا!

ایک قطرہ ہے پانی کا فانی
ہے یہی زندگی، کہا تھا نا!

نام رب کا زباں پہ جاری ہو
مرحلہ آخری، کہا تھا نا!

مان تعظیم سکتا ایسے نہیں
روز ہی سرکشی، کہا تھا نا!



خاؔور چشتی

وفا میں ہونی ہے خواری، کہا تھا نا!
اب اپنی آئے گی باری، کہا تھا نا!

کسی کی بھی نہیں ہونی ہے یہ دنیا
نہ کر یونہی طرفداری، کہا تھا نا!

مزاج یار نہ پوچھو کبھی ہم سے
لگی ہے اِس کو بیماری، کہا تھا نا!

نہیں بس میں تمہارے جیت لو اُس کو
نہ کر پاؤ گے دلداری، کہا تھا نا!

نہ جانا بزم میں بھولے سے بھی اُس کی
وہاں ہوتے ہیں درباری، کہا تھا نا!

شریفوں نے خریدا دین و ایماں کو
دغا دے گا واں زرداری، کہا تھا نا!

تمہیں خاورؔ نے بولا کیا بتاؤ تو!
نہیں خو میری غداری، کہا تھا نا!!



ڈاکٹر منظور احمد

حقیقت میں کہانی ہی کہانی ہے، کہا تھا نا!
زباں پر سب کے اپنی لن ترانی ہے، کہا تھا نا!

یہاں خود اپنی اپنی آرزو کا دھیان رکھنا ہے
دکھاوا یار ساری ہم زبانی ہے، کہا تھا نا

کہا تھا نا یہاں انسان جیسا اب نہیں کوئی
مجھے معلوم تُو نے خاک چھانی ہے، کہا تھا نا

نہ جانے کارواں کتنے ادھر سرگشتہ ہو جائیں
کہاں یہ دھول یونہی بیٹھ جانی ہے، کہا تھا نا

کہا تھا آسماں چالاکیاں سب بھانپ لیتا ہے
زمیں کس ہوشیاری سے چلانی ہے، کہا تھا نا



ڈاکٹر حامد حسین سسوا

موتیہاری بہار

ہر سو آواز ہے، کہا تھانا
جدل آغاز ہے، کہا تھانا

باغ اجڑیں گے، ہو گی بربادی
اب یہ کب راز ہے، کہا تھانا

اپنی لے وہ بھی اب اُٹھائے گا
پاس اِک ساز ہے کہا تھانا

کچھ نہیں ہے تو غور سے دیکھو!
اپنا انداز ہے، کہا تھانا

وہ بہادر نہیں مگر اس کے
ساتھ دم ساز ہے، کہا تھانا

لڑکھڑاؤ تو وہ سنبھالے گا
نازِ سرباز ہے، کہا تھا نا

بڑھ کے پیچھے نہیں ہٹا حامدؔ
شیر و جانباز ہے، کہا تھانا



ڈاکٹر حامد حسین سسوا

موتیہاری بہار

عدو تیرا ابھی آئے گا، کہا تھا نا!
وہ رنگ اپنے دکھائے گا، کہا تھا نا!

چمن میں زاغ کی صورت کوئی بے حد
بہر سو چھاتا جائے گا، کہا تھا نا!

وہ گرگِ خونی گو خونخوار ہے لیکن
وہ اب کے منہ کی کھائے گا، کہا تھا نا!

نہ تھی وہ پیش گوئی، سب کو لگتا تھا
وہ پھر پچھتانے آئے گا، کہا تھا نا!

بات سچ ہوگئی یہ بات حامد کی
وہ اب کے ڈوب جائے گا کہا تھا نا!



ذوالفقار ہمدمؔ اعوان

کسی سے پیار مت کرنا کہا تھا نا!
حدوں کو پار مت کرنا کہا تھا نا!

کہا تھا نا گنوا دو گے حسیں نیندیں
نگاہیں چار مت کرنا کہا تھا نا!

محبت کا جو قاتل ہے زمانوں سے
اسے غم خوار مت کرنا کہا تھا نا!

سبھی رشتے ہیں مطلب کے محبت بھی
کسی کو یار مت کرنا کہا تھا نا!

اسے دل سے تو چاہو پر زباں سے تم
کبھی اقرار مت کرنا کہا تھا نا!

گلوں کے ساتھ ہی کانٹوں کا سنگم ہے
گلے کا ہار مت کرنا کہا تھا نا!

اٹھا لے فائدہ جتنا اٹھا لے پر
تو مجھ سے پیار مت کرنا کہا تھا نا!

محبت ہو کہ نفرت ہی کسی سے ہو
کبھی اظہار مت کرنا کہا تھا نا!

نہاں اسرارِ الفت کو یوں افشاء تم
سرِ دربار مت کرنا کہا تھا نا!

محبت میں خسارے ہی خسارے ہیں
یہ کاروبار مت کرنا کہا تھا نا!

تمہارے واسطے یہ نیند اچھی تھی
مجھے بیدار مت کرنا کہا تھا نا!

مجھے ڈر تھا سکوں اپنا گنوا لو گے
مرا دیدار مت کرنا کہا تھا نا!

ترے اقرار میں تھی جان ہمدم کی
کبھی انکار مت کرنا کہا تھا نا!



راجہ محمد شہبازؔ

راولپنڈی

جبر ہے خوئے جاں، کہا تھا نا!
وفا درِ عاشقاں، کہا تھا نا!

دِل کو تشبیہ دی پتنگوں سے
آہ کو سوزِ نہاں، کہا تھا نا!

ہستیِ ناپائیدار کس کو کہیں
شورِ عمرِ رواں، کہا تھا نا!

عشق کا نام ہے تغافل سے
جورِ حسنِ بتاں، کہا تھا نا !

وہ میرے خواب کا حسیں لمحہ
حیرتوں کا جہاں، کہا تھا نا!

شعرِ شہباؔز کے سُنے تم نے ؟
ہے نا شیریں بیاں، کہا تھا نا!



سفر ندیم زہری انجمؔ

کبھی تو زلف سے پردہ ہٹا لو تم، کہا تھا نا!
ہمیں سینے اگر اپنے لگا لو تم، کہا تھا نا!

محبت پاک ہے رشتہ جو اِس کو پاک تم سمجھو
محبت میں ہمیں بے شک بھلا لو تم، کہا تھا نا!

ترے بن ہم جئیں گے کب اگر دیدار ہو دلبر
کبھی جو پاس خود اپنے بلا لو تم، کہا تھا نا!

کبھی پوچھا نہیں تو نے مگر جو حال تک میرا
چلو مثلِ شمعِ دِل بھی جلا لو تم، کہا تھا نا!

چلے آئے ترے در پر فقط دیدار ہو تیرا
یہی منظور ہے چہرہ چھپا لو تم، کہا تھا نا!

ولی ہم بھی نہیں کوئی یقیں کچھ تو کرو انجمؔ
محبت کے لیے ہم سے دعا لو تم، کہا تھا نا!



سفر ندیم زہری انجمؔ

زمانے کے مگر آ گے تجھے دلبر کہا تھا نا!
بلوچستان کا تجھ کو حسیں منظر کہا تھا نا!

عجب تلخی زباں میں ہے نظر سے بے رخی بھی ہے
فقط تیر و کماں تجھ کو لبِ خنجر کہا تھا نا

کریں گے افتتا حیں خود بتوں کو پھر بنا کے وہ
عرب کی سرزمیں کو بس کبھی مندر کہا تھا نا!

ستم گر کو خدا ہم مانتے کیسے سنو یارو
فقط اِک شخص کو سچ کا اگر لشکر کہا تھا نا

رکھا جس کو زمانے سے الگ دل کے احاطے میں
سوا اس کے کبھی دل نے کسے سندر کہا تھا نا

چھپائے راز ہیں دونوں محبت میں یہی سچ ہے
کسی کو بھی بتانا مت تجھے ہمسر کہا تھا نا!

عجب تلخی لبو لہجہ دکھانے جو لگے انجمؔ
بدل جاؤں کبھی دل سے سنو اکثر کہا تھا نا!



شاہانہ نازؔ

نہ ہو رنجیدہ! نہ کر آنکھ کو پرنم!! کہا تھا نا!
سحر ہو گی گزر جائے گی شامِ غم، کہا تھا نا!

کہیں ایسا نہ ہو وہ راستہ ہی بھول بیٹھا ہو
ارے مت کر چراغِ رہ گزر مدھم، کہا تھا نا!

نہیں منظور دنیا کو ہمارا ایک ہو جانا
نہیں ہو سکتے میں اور تو کبھی بھی ہم، کہا تھا نا!

ہماری آنکھ نم دیکھی جو تم نے یاد ہے تم کو؟
ہمیں گل اور ہمارے اشک کو شبنم کہا تھا نا!

ہم اپنی جاں سے جائیں گے تمہاری کج ادائی سے
یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر نہ ہو برہم، کہا تھا نا!

کہا تھا نا کسی کے واسطے دنیا نہیں رُکتی
سمے رکھ دیتا ہے ہر زخم پر مرہم کہا تھا نا!



شاہین فصیح ربّانی

نہیں آئے گی یوں پہلے تری باری، کہا تھا نا!
نہیں اچھی زیادہ تیز رفتاری، کہا تھا نا!

پڑے گی مہنگی یہ دل کی طرفداری، کہا تھا نا!
یہاں سارے ہی دنیا کے ہیں درباری، کہا تھا نا!

سلگتے دیکھ کر اب دامن دل کو سسکتے ہو
ہوا کے ہاتھ میں ہے کوئی چنگاری، کہا تھا نا!

زمانہ کیا خود اپنی ہی نظر سے گر گئے ہو تم
بہت منحوس ہوتی ہے یہ بیکاری، کہا تھا نا!

نہ دو الزام دنیا کو، نہ اپنے دل کو ہی کوسو
نہیں ہوتی کوئی بھی وجہِ بیزاری، کہا تھا نا!

نئی دنیا بڑی چالاک ہے، جینے نہیں دے گی
ذرا سی سیکھ لو تم بھی اداکاری، کہا تھا نا!

تعجب کیا تمھارے دل کے بدلے اس نے دنیا لی
اسے بالکل نہیں آتی خریداری، کہا تھا نا!



صداؔ کشمیری

سری نگر، انڈیا

ملنے کا کر سبب، کہا تھا نا!
دوستی ہو گی تب، کہا تھا نا!

بارہا ملنا بھی نہیں اچھا
پڑھنے بھی دے تو اب، کہا تھا نا!

وہ زمانے سے میرے گھر آئے
کر نہ جائے غضب، کہا تھا نا!

ترکِ الفت کروں، نہیں آساں
آ کے دے دے تو لقب، کہا تھا نا!

وقت دے دے ساتھ بندگی سے بھی
تو ابھی کھول لب، کہا تھا نا!

بے حیا ہم کبھی نہیں ہوتے
تو نہ ہوتا عجب، کہا تھا نا!

دوستی مختصر نہیں ہوتی
یوں صدا آ کر ادب، کہا تھا نا!



طارق شہابؔ

نہیں اب محفلِ یاراں کی وہ باتیں، کہا تھا نا!
یہاں ہوتی نہیں ہیں اب مداراتیں، کہا تھا نا!

شرائط پر نئی کر لو تعلق پھر بحال اپنا
بھلا دو تم پرانی وہ سبھی باتیں، کہا تھا نا!

تمہارے دوستوں نے کر دیا نا اعتراض اِس پر
کرومت دشمنوں سے تم ملاقاتیں، کہا تھا نا!

تحائف کی ہمارے قدر کب جانی صنم تم نے
نہیں کرتا کوئی اتنی عنایاتیں، کہا تھا نا!

ہماری بات پر دے کر نہ دھیان اب مشکلوں میں ہو
لگا کر بیٹھے ہیں دشمن یہاں گھاتیں، کہا تھا نا!

کئی رنج و الم ہوتے ہیں عاشق کے مقدر میں
نہیں ہوتیں محبت میں کراماتیں، کہا تھا نا!

شہابؔ ان کو نہ جانے دو خفا ہو کر یوں محفل سے
رہیں گی اب ان آنکھوں میں یہ برساتیں، کہا تھا نا!



عبدالغنی ماہرؔ

دیں گے نہ غزل پر وہ اب داد، کہا تھا نا!
بیٹھے ہیں وہاں سارے استاد، کہا تھا نا!

وہ پیار کے موسم ہوں یا ہجر کی وحشت ہو
بے چین ہی رکھے گی ہر یاد، کہا تھا نا!

زلفوں میں اسیری کا اندازہ نہیں تم کو
کر دیں گے حسیں پل میں آزاد، کہا تھا نا!

بیتے ہوئے لمحوں میں ہے لطف کی طاقت بھی
ناشاد بھی ہو جائے گا شاد، کہا تھا نا!

عرضِ یہ تغافل کی، کس کس کو دکھاؤ گے
محبوب نہیں سنتا فریاد، کہا تھا نا!

کشمیر و فلسطیں پر ہے ختم ستم اِک دن
پہنچے گی مسیحا سے امداد، کہا تھا نا!

یہ عشق و محبت کا دستور نرالا ہے
مر کر بھی امر مجنوں، فرہاد، کہا تھا نا!

ہوتے ہیں بڑے قاتل، انداز حسینوں کے
ہو جاؤ گے ماہر ستم برباد، کہا تھا نا!



غضنفر غضنیؔ

بچھڑ کے دور ہم سے رہ نہ پاؤ گے، کہا تھا نا!
پلٹ کے پھر ہمارے پاس آؤ گے، کہا تھا نا!

ہماری یاد آئے گی! ہماری یاد آئے گی!!
غزل جب میر کی تم گنگناؤ گے، کہا تھا نا!

نظر آئے گا تم کو چاند جب بادل کی باہوں میں
مری تصویر کو دل سے لگاؤ گے، کہا تھا نا!

تمھیں جب نیند آئے گی تو بن کے خواب آؤں گا
سکوں سے رات کو تم سو نہ پاؤ گے، کہا تھا نا!

تمہارے سامنے جب بھی ہمارا تذکرہ ہو گا
تو غضنؔی کہہ کے تم آنسو بہاؤ گے، کہا تھا نا!



فرزانہ ساجد

سویرا پھر سے آئے گا کہا تھا نا!
نیا دن مسکرائے گا کہا تھا نا!

وہ دیکھو، دور اک تارہ سا چمکا ہے
یہ اک دن جگمگائے گا، کہا تھا نا!

ذرا بس ایک ہلکی سی صدا دیتے
مسافر لوٹ آئے گا، کہا تھا نا!

نئے وعدے کرے گا روز وہ تم سے
مگر پھر بھول جائے گا، کہا تھا نا!

منا لینا تھا اس کو، دل! اے دیوانے!!
بہت وہ یاد آئے گا، کہا تھا نا!



محمد قمر ضیاء ساحلؔ

فیصل آباد

تمہی بدلے وفاؤں کے جفا دو گے کہا تھا نا!
مجھے تمغۂ نامِ بے وفا دو گے کہا تھا نا!

محبت کی کہانی تم بھلا دو گے کہا تھا نا!
مرے خط بھی کسی دن سب جلا دو گے کہا تھا نا!

تمہیں رسمِ وفا و دل لگی بے سود دِکھتی ہے
یقیناً تم محبت میں دغا دو گے کہا تھا نا!

جسے سن کر مچل جاتے ہو اب تم جانِ جاں اتنا
کبھی یہ نام دل سے تم مٹا دو گے کہا تھا نا!

کہا تھا زندگانی میں کبھی وہ دن بھی آئے گا
سرِ محفل مجھے باتیں سنا دو گے کہا تھا نا!

نہیں دے پاؤ گے پہرہ کہی باتوں پہ تم پیارے
مجھے مجبوریاں ڈھیروں دکھا دو گے کہا تھا نا!

یہی وہ ڈر تھا جو مجھ سے مرے سکھ چھین لیتا تھا
مرے تحفے مجھے واپس تھما دو گے کہا تھا نا!

کہا تھا داستانِ غم سناؤ نہ مجھے ساحلؔ
مری یہ غمزدہ آنکھیں رلا دو گے کہا تھا نا!



محمود پیراں انعام دار محمؔود

کبھی تم دور مت جانا مرے دلبر کہا تھا نا!
ملے فرصت مری غزلیں سنو آ کر کہا تھا نا!

سخن ور ہیں بہت سارے سناتے ہیں کلام اپنا
سبھی بہتر سے بہتر ہیں نہیں کم تر کہا تھا نا!

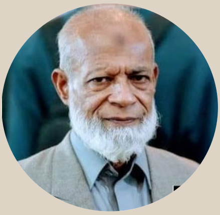
اُڑانوں سے تری سارے ہی جلتے ہیں ابلتے ہیں
یہ دنیا پر کترتی ہے بچا لو پر کہا تھا نا!

یہاں باطل حکومت ہے یہی میری نصیحت ہے
کبھی آگے یہ ظالم کے جھکے نہ سر کہا تھا نا!

ملے فرصت تو مل لینا کئے اپنے گناہوں سے
ندامت کے کبھی آنسو بہایا کر کہا تھا نا!

کریں ماں باپ کی خدمت بڑوں کی بھی کریں عزت
یہی تو درس بچوں کو سکھایا کر، کہا تھا نا!

مٹے یہ تشنگی کیسے کہ حرصِ دنیا بھاری ہے
گناہوں سے ترے سارے تو توبہ کر، کہا تھا نا!



مہتاب الدّین ہاشمی عاؔصی

یہ بار تم اٹھا نہ سکو گے، کہا تھا نا!
رسمِ وفا نبھا نہ سکو گے، کہا تھا نا!

آنکھیں چھلکنے لگتی ہیں کیوں میرے نام سے
کھویا جو گر تو پا نہ سکو گے، کہا تھا نا!

دل میں ہمارے آگ لگائی جو پیار کی
خود کو بھی تم بچا نہ سکو گے، کہا تھا نا!

دیکھے تھے خواب وصل کے جو ہم نے بارہا
وہ خواب تم بھلا نہ سکو گے، کہا تھا نا!

رختِ سفر یوں باندھ کے بیٹھے ہیں ہم یہاں
واپس ہمیں بلا نہ سکو گے، کہا تھا نا!

تم سے بچھڑ کے روٹھی یہاں ہم سے ہر خوشی
اب تم بھی مسکرا نہ سکو گے، کہا تھا نا!

عاصی یہ راہ پیار کی کانٹوں سے ہے سجی
اب لوٹ کے بھی جا نہ سکو گے، کہا تھا نا!



نادیہ سحرؔ

مرے ٹوٹے ہوئے دل کو دکھانا مت کہا تھا نا!
اِن آنکھوں میں کبھی آنسو سجانا مت کہا تھا نا!

میں تنہا تھی میں تنہا ہوں مجھے معلوم ہے لیکن
کبھی یہ بات تم مجھ کو بتانا مت کہا تھا نا!

مرے ہو تو مرے رہنا پرائے تم نہ ہو جانا
تعلق تم زمانے سے نبھانا مت کہا تھا نا!

سمجھنے میں مجھے شاید غلط فہمی ہوئی تم کو
مجھے احساس یہ ہرگز دلانا مت کہا تھا نا!

نہ ہو تعبیر جب ممکن تو سچائی بتا دینا
کوئی بھی خواب اب مجھ کو دِکھانا مت کہا تھا نا!

بتایا تھا کہ میرے پاؤں زخمی ہیں مری طرح
مجھے پُرخار رستوں پر چلانا مت کہا تھا نا!

بہت مشکل سے آیا ہے سنورنا سجنا اور ہنسنا
مرے اندر چراغوں کو بجھانا مت کہا تھا نا!

ہو چاہے جس قدر لمبی شبِ ہجراں نہ گھبرانا
سحرَ ہوں میں، میں آؤں گی بھلانا مت کہا تھا نا!



ناصر مجگانوی

جیتنا ہے سدا، کہا تھا نا!
مت کبھی ہارنا، کہا تھا نا!

کچھ نہ کرنا دغا، کہا تھا نا!
وعدہ کرنا وفا، کہا تھا نا!

التجا درگزر کی لب پر ہو
گر ہو جائے خطا، کہا تھا نا!

جرم ثابت ہو جب عدالت میں
مل سکے گی سزا، کہا تھا نا!

خیر خواہی کے جذبے رکھنے سے
پاؤ گے تم جزا، کہا تھا نا!

بے ادب بن گئے تو مشکل ہے
ہوں گے سارے خفا، کہا تھا نا!

سینے میں درد قوم ہو ناصرؔ
اِس میں ہوں سب فنا، کہا تھا نا!



نوید ظفر کیانی

نہ پنگا لو ملنگوں سے، کہا تھا نا!
پکڑ لیتے ہیں "ٹنگوں" سے، کہا تھا نا!

رقیبوں سے اکڑ خانی نہیں اچھی
پٹو گے اِن لفنگوں سے، کہا تھا نا!

لگا پیچا تو آؤ گے نظر تم بھی
جہاں میں بو پتنگوں سے، کہا تھا نا!

لگا بیٹھو گے ہتھکڑیاں مقدر کو
کسی "بیینی کی ونگوں" سے، کہا تھا نا!

اب اپنی مونچھ اپنی پونچھ کو ڈھونڈو
نہ الجھو ایویں "ینگوں" سے، کہا تھا نا!

اڑنگی دے کے پٹخا نا! سرِ راہے
بچو بے مہر "سنگوں" سے، کہا تھا نا!

رہے ہو نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے تم
نہ نکلو اپنے رنگوں سے، کہا تھا نا!

عمل گاہِ زماں میں کچھ نہیں بنتا
نِرے سپنوں، امنگوں سے، کہا تھا نا!

بنا رکھا ہے کیوں اسٹیڈیم گھر کو
سبھی حظ لیں گے جنگوں سے، کہا تھا نا!

اُتر آؤ اگر تم خیریت چاہو
تساہل کے پلنگوں سے، کہا تھا نا!

اڑنگی دینا آ جائے گا رنگروٹو!
صحافت کی ترنگوں سے، کہا تھا نا!

قبا و "پرنا" لے کر پھوٹ جائیں گے
حمامِ دل کے ننگوں سے، کہا تھا نا!

سیاسی مسئلے ہوتے نہیں ہیں حل
یوں ہڑتالوں یا دنگوں سے، کہا تھا نا!

دباؤ گے تو ہم لگ جائیں گے متھے
نحیفوں نے دبنگوں سے کہا تھا نا!

یقیناً وقت آ سکتا ہے اِن کا بھی
بنو "ماڑے" نہ "چنگوں" سے، کہا تھا نا!

نہ جاؤ منہ اٹھا کر ایسے اُس در پر
لگو گے بھیک منگوں سے، کہا تھا نا!

چڑھے ہتھے تو سننا ہوں گے دو غزلے
ظفرؔ نے "شوخوں شنگوں" سے، کہا تھا نا!



نوید ظفر کیانی

تم نے اُس کو اُول جلول کہا تھا نا!
اُس نے بھی پھر تم کو فول کہا تھا نا!

پھول کے سینڈل برسے تو حیرانی کیوں؟
سچ بولا تھا، پھول کو پھول کہا تھا نا!

آگ بگولا ہونے والی بات تھی کیا؟
تم نے تو اُس کو کچھ کول کہا تھا نا!

تو کیا اِن سے پیچ کسے تھے عاشق کے؟
اپنے عشوہ کو اِک ٹول کہا تھا نا!

چور یہاں جب دندنائیں گے انھے وا
ملک میں ہو گا لاء نہ رول، کہا تھا نا!

لاش پہ اُس کا کیس یقیناً بنتا تھا
خود کو قاتل نے مقتول کہا تھا نا!

اِن آنکھوں نے آنسو بے خوب بہائے تھے
دیکھ کے سب نے سوئمنگ پول کہا تھا نا!

آج ہو جن کے پائے سفر میں دھولوں دھول
اُن کو کل رستے کی دھول کہا تھا نا!

اُس نے بزم میں ایسی کی تیسی کر دی
اپنی باتوں کو مدلول کہا تھا نا!

تم کیوں اُس سے ایسے رس کے بیٹھ رہے
اُس نے کچھ حسبِ معمول کہا تھا نا!

تم کو بھی دیوانہ اپنا جانتے ہیں
لسٹ میں تم بھی ہو مشمول کہا تھا نا!

چوروں کو بھی لیڈر سمجھو اور بھگتو
بدناموں کو بھی مقبول کہا تھا نا!

خود کو نامعلوموں میں اب ڈھونڈ ظفرؔ
نامعقول کو نامعقول کہا تھا نا!



نوید ظفر کیانی

کہا تھا نا!

(نظمِ معین)

کہا تھا نا!

سمندر کی روانی پر

کوئی پشتہ نہ باندھو اپنی منشا کا

کوئی زنداں اسے زنجیر کر سکتا نہیں ہرگز

دکھایا نا تمھاری ضد کو آئینہ

ہوئی خلق خدا منکر

کہا تھا نا!



ہاشم علی خان ہمدمؔ

محبت میں ہمیشہ ایک رہنا ہے، کہا تھا نا!
ہمیں اک دوسرے کا درد سہنا ہے، کہا تھا نا!

ہمیں بہتے ہوئے پانی پہ اپنا گھر بنانا ہے
کسی دریا کنارے ساتھ رہنا ہے، کہا تھا نا!

کہا تھا نا! حسیں پلکوں پہ میرا خواب رکھ لینا
یہی سورج تری آنکھوں کا گہنا ہے، کہا تھا نا!

ہمیں بے تاب موجوں کی روانی پار کر دے گی
کنارا ہو نہ ہو کشتی نے بہنا ہے، کہا تھا نا!

ترے چہرے پہ اتروں گا سحر انگیز آنکھوں سے
ابھی تو چاندنی کا رنگ پہنا ہے، کہا تھا نا!

تجھے تفریق سمجھانی تھی مشرق اور مغرب میں
جو آئینے میں پایاں ہے، وہ دہنا ہے، کہا تھا نا!

نمی آنکھوں میں رکھی ہے مگر ہنس کر دکھانا ہے
ہمیں مل جل کے اپنا ہجر سہنا ہے، کہا تھا نا!

ہزاروں خار دامن میں چبھے ہوں پھر بھی گلشن میں
گلابوں کی طرح خوش تاب رہنا ہے، کہا تھا نا!

سو ہمدم حال دل یہ ہے کہ تجھ سے پیار کرتا ہوں
سرِ موجِ غزل اِک راز کہنا ہے، کہا تھا نا!



شاہدہ صدیقی

کہا تھا نا!

اب تم آئے ہو، کیا حاصل ہے!
یہاں نہ محبتیں ہیں نہ نفرتوں کے ڈیرے
نہ بے وفائی کا رنج ہے نہ وفا کے وعدے
اب تم آئے ہو تو کیا حاصل ہے
نہ وصل انتظار ہے نہ ہجر کا ملال
نہ دیکھنے کی آرزو نہ چاہتیں ملن کی ہیں
اب تم آئے ہو کیا حاصل ہے
نہ آرام دل و جان کو ہے نہ دکھ کا احساس ہے
نہ آنکھ میں آنسو ہیں نہ ہنستے کا اہتمام ہے

اب تم آتے ہو تو کیا حاصل ہے

گذار دل بوسیدہ ہیں، جاں کنی کا عالم ہے

پہروں سوچتے رہے جس کا دل پہ پہرہ ہے

اب تم آتے ہو تو کیا حاصل ہے

نارسائی سے لے کر اس دل برباد میں

دیکھو کتنے درد کاٹے اس خانہ خراب نے

اب تم آتے ہو تو کیا حاصل ہے

اداسی ساتھ ساتھ ہے، مسکراہت معدوم ہے

زندگی کی چاہ بھی ہے اور موت کا ارمان ہے

اب تم آتے ہو تو کیا حاصل ہے

اب میرا دل نہیں اک شہرِ خموشاں ہے

کہا تھا نا!

نہ محبتیں نہ نفرتیں

نہ بے وفائی نہ وفا

نہ وصل و ہجر

نہ قول و قرار

نہ سکھ نہ دکھ

کہا تھا نا!

مجھے دیکھو کے کب تک

کہا تھا نا!

مجھے سمجھو گے کب تک

کہا تھا نا!

مجھے جانو گے کب تک

کہا تھا نا!

مجھے چاہو کے کب تک

کہا تھا نا!

یہ ویران ہے اجاڑ ہے

بیابان ہے یہ دل

کہا تھا نا!

یہ شہرِ خاموشاں ہے

یہ شہرِ خاموشاں ہے

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام: کہا تھا نا!

مشاعرہ رنگ: منفرد ردیف مشاعرہ و نظم رنگ۔

وضاحت: یہ برقی کتاب بین الاقوامی ادبی تنظیم موجِ غزل کے فیس بک پر منعقد کردہ مشاعرہ نمبر ۴۰۶ پر مشتمل ہے۔

صفحات: ۷۷

تاریخ مشاعرہ: ۲ مارچ ۲۰۲۴ء

منتظمین: ہاشم علی خان ہمدمؔ، نوید ظفر کیانیؔ، روبینہ شاہین بیناؔ۔

پبلشر: مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔ اسلام آباد، پاکستان۔

برقی ڈاک: nzkiani@gmail.com

ارکائیو ربط: archive.org/details/@nzkiani

موجِ غزل

کے ہفتہ وار مشاعرے

طرحی رنگ

پابند ردیف رنگ

اصنافِ سخن رنگ

منفرد ردیف رنگ

منفرد بحر رنگ

اسمائے ربانی رنگ

منفرد قوافی رنگ

موضوعاتی رنگ

مزاحیہ رنگ

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام